مولانا نصرت علی آثیر

امام زفر بن الہذیل

(تیسری اور آخری قسط)

امام زفرؒ اور عہدۂ قضا

امام زفرؒ کے بارے میں بعض تذکرہ نگاروں نے یہ لکھا ہے کہ آپ بصرہ کے قاضی رہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ کو پیش کش کی گئی لیکن آپ نے قبول نہیں کی۔ ان مختلف اور متضاد روایات کی بنا پر یہ مسئلہ ذرا مشتبہ صورت اختیار کر جاتا ہے۔ محمد بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ آپ کو قضا کے عہدے کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہیں جا کر چھپ گئے۔ آپ کا مکان گرا دیا گیا۔ آپ نے آ کر پھر مرمت کیا تو پھر پیش کش ہوئی۔ آپ نے ذرا تردد کیا تو آپ کا مکان پھر گرا دیا گیا۔ لیکن آپ نے یہ منصب قبول پھر بھی نہ کیا۔ آخر آپ کو معاف کر دیا گیا۔

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ درج ذیل کتب میں آئی ہے:

۱۔ عبدالحی لکھنوی: فوائد البہیہ: ۷۵: مطبوعہ مصر۔

۲۔ محی الدین ابی محمد عبدالقادر: ذیل الجواہر المضیہ: ۲: ۵۳۴ مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ۔

۳۔ کردری: مناقب امام اعظم: ۲: ۱۸۳ مطبوعہ ہند ۱۳۲۱ھ۔

آپ کے قضا کے بارے میں یہ روایت آئی ہے:

ولی القضاء البصرۃ فقال لہ ابوحنیفۃ قد علمت ما بیننا و بین اہل البصرۃ من العداوۃ و الحسد و المنافسۃ ما اظنک تسلم منہم فلما قدم البصرۃ قاضیا اجتمع اہل العلم[1]

---

[1] ابن عبدالبر: انتقاء: ۱۸۳: مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ

ذمیاطی نے تعالیق الانوار علی الدر المختار میں لکھا ہے کہ آپ بصرہ کے دار القضا کے متولی رہے۔ اس کے علاوہ "الجواہر المضیہ" اور "الاعلام" میں آپ کے قاضی ہونے کی طرف اشارہ ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ ابن عبد البر اور قرشی وغیرہ تذکرہ نگار کو اشتباہ ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ ۱۳۸ھ سے ذی القعدہ ۱۵۶ھ تک یعنی اپنی وفات تک سوار بن عبد اللہ العنبری قاضی رہا ہے ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا عبد اللہ بن سوار قاضی ہوا، اور یہی ابن حبان نے لکھا ہے۔ امام زفر کے رشتے دار بصرہ میں تھے جن سے ملاقات کے لیے آپ بصرہ گئے۔ ایک بار تو عثمان البتی (المتوفی ۱۴۳ھ) کے عہد میں گئے۔ جب ان کے درمیان مناظرہ ہوا اور امام زفر کامیاب رہے۔ پھر دوسری بار اپنے بھائی کی وفات اور امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد بصرہ گئے۔ اہل بصرہ نے آپ کو گھیر لیا اور وہیں رہنے پر مجبور کیا۔ آپ نے تا وفات وہیں رہ کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ قاضیوں کی فہرست میں کہیں بھی آپ کا نام نہیں ملتا۔ ایک اہل حلقہ اور عالم دین ہونے کی وجہ سے آپ کے اختلافی اقوال ضرور ملتے ہیں۔ آپ کی بصرہ میں جس قدر علمی شہرت تھی اس کی وجہ سے آپ لوگوں کا مرکز تھے۔ اسی بنا پر غالباً ابن عبد البر وغیرہ کو مغالطہ ہوا ہے۔

یہ بات زیادہ قرین یقین ہے کہ آپ نے ساری عمر تعلیم و تعلم میں گزاری اور قضا کا عہدہ قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس کے لیے معتوب ہوئے لیکن پھر بھی اپنے استاذ محترم جناب امام ابو حنیفہ کے موقف پر قائم رہے۔

امام زفرؒ بحیثیت زاہد و عابد

امام زفرؒ کی زندگی جہاں علمی کمالات کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے، وہاں زہد و پرہیزگاری اور عبادت گزاری کی خصوصیات آپ کے کردار کو اور اجاگر کرتی ہیں۔ آپ کے ہاں جس قدر مال و دولت تھا وہ آپ کی قناعت کی وجہ سے غریب لوگوں کی دلجوئی کا سامان بنتا۔ آپ کو لوگ مال و دولت پیش کرتے لیکن آپ انکار کر دیتے۔

داؤد بن یزید بن مہلب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ امام زفرؒ یزید بن مہلب

سے ملنے آئے جب کہ وہ حجاج کے حکم سے محبوس تھا۔ امام زفرؒ نے ان کے بیٹے مخلد کو بھیجا کہ جاؤ ان سے ملنے کی اجازت مانگو۔ اجازت ملنے کے بعد امام زفر گئے اور کہا کہ امیر تیری شان اس سے بھی بلند ہے کہ کوئی آپ کی طاقت سے بڑھ کر یا برابر کا سوال کرے۔ پچاس لدے ہوئے اونٹ آئے ہیں جس کی وجہ سے میں آپ کو ملنے آیا۔ یزید بن مہلب نے کہا کہ پچاس اونٹ میرے حکم سے بھیجے گئے ہیں اور اتنی ہی تعداد کی مزید سفارش بھی کر دی ہے۔ امام زفرؒ نے کہا، خدا کی قسم میں ان میں سے کچھ بھی نہ لوں گا۔ امیر نے کہا یہ کیوں؟ امام زفرؒ نے کہا کہ گویا میں نے اپنی عزت تیرے لیے جو اس سے زیادہ حیثیت رکھتی ہے قربان کر دی ہے۔ جتنا کہ تو نے میرا مال مجھ پہ بخشش کیا۔ آپ نکل آئے اور ایک کوڑی تک مال میں سے لینا گوارا نہ کیا[۵۲]

امام زفرؒ عزتِ نفس کا بہت خیال کرتے تھے، جس کی وجہ سے ہر اس کام سے اجتناب کرتے جس سے ان کی عزت، ایمان اور آزادی پہ حملہ ہو سکتا ہو۔ آپ ایک جید عالم تھے اس کی وجہ سے امرا نے آپ کو اپنے دام میں لانے کے لیے کئی حربے استعمال کیے۔ لیکن آپ ہمیشہ بچ جاتے۔

عصمہ آپ کا ایک قول نقل کرتے ہیں جو آپ کی عظمتِ کردار کا ثبوت ہے:

عن عصمة قال قال ما تمنيت البقاء قط وما مال قلبي الى الدنيا[۵۳]

عصمہ سے روایت ہے کہ امام زفر نے فرمایا کہ میں نے کبھی بقائے زندگی کی تمنا نہیں کی اور نہ کبھی میرا دل دنیا کی طرف مائل ہوا ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت بشر بن القاسم روایت کرتے ہیں جس سے آپ کی اس نمایاں خوبی کی مزید تصدیق ہو جاتی ہے:

عن بشر بن القاسم قال سمعته يقول لا اخلف بعد موتي شيئا اخاف عليه الحساب فلما مات زفر قوم ما في بيته فلم يبلغ ثلاثة دراهم[۵۴]

---

۵۲ زاہد الکوثری، لمحات النظر : ۵ : مطبوعہ مصر ۱۳۶۸ھ

۵۳ محی الدین ابو محمد عبد القادر : ذیل الجواہر المضیہ : ۲ : ۵۳۴ : مطبوعہ ۱۳۳۲ھ

۵۴ کردری، مناقب امام اعظم : ۲ : ۱۸۳ : مطبوعہ ۱۳۲۱ھ

بشر بن القاسم فرماتے ہیں کہ میں نے امام زفرؒ کو کہتے سنا کہ اپنی موت کے بعد کوئی چیز نہیں چھوڑوں گا۔ اس لیے کہ مجھے اس کے محاسبے کا خوف ہے۔ پس جب امام زفر فوت ہوئے اور ان کی پونجی گھر سے کلی طور جمع کر کے گنی گئی تو وہ تین درہم کی ملکیت سے زیادہ نہ نکلی۔

آپ پر گھریلو ذمہ داریوں کی بجا آوری کا احساس بھی بڑا شدید تھا۔ یہی وجہ ہے کہ موت کے قریب پورے اثاثے کو حقوق کے مطابق تقسیم کر دیا۔ ملیح بن وکیع سے روایت ہے کہ امام زفر جب قریب الموت تھے تو اس وقت امام ابو یوسف اور چند دیگر علما موجود تھے، انھوں نے آپ سے آخری وصیت کے بارے میں استفسار کیا، تو آپ کہنے لگے کہ یہ سارا اثاثہ میری بیوی کا ہے اور یہ تین ہزار درہم میرے بھائی کے بیٹے کے لیے ہے اور اب اس کے بعد نہ کچھ میرا لوگوں کے ذمے ہے اور نہ کچھ لوگوں کا میرے ذمے ہے۔[۵]

آپ دنیا کے جھگڑوں جھمیلوں سے حد درجہ نفرت کرتے تھے۔ دین کے علاوہ کسی قسم کا کوئی تذکرہ سننا تک گوارا نہ کرتے۔ اسی لیے آپ کے ساتھی آپ کی موجودگی میں دنیاوی باتوں سے احتراز کرتے۔ ابراہیم بن سلیمان سے روایت ہے کہ جب ہم آپ کی مجلس میں بیٹھتے تو ہمیں اس وقت جرأت نہ ہوتی کہ ہم کسی دنیاوی امر کا تذکرہ کریں۔ ایک دن ایک ساتھی نے بھولے سے کوئی بات چھیڑ دی تو آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ ہم انہی باتوں میں آپ کا حال دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ آخرت کے خوف نے انھیں ہلاک کر دیا ہے۔[۶]

تمام تذکرہ نگاروں نے صراحت کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے کہ آپ نے علم اور عبادت کو باہم ملا دیا ہے۔[۷] جہاں آپ بہت بڑے عالم اور مجتہد تھے، اور علمی مسائل پر کلی دسترس رکھتے تھے، وہاں عبادت میں اس سے کہیں زیادہ انہماک رکھتے یہاں تک کہ آخری عمر میں تو آپ اس قدر عبادت میں مشغول رہتے کہ لوگوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ آپ صرف

---

۵ کردری - مناقب امام اعظم - ۱ : ۱۸۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ

۶ طاش کبریٰ زادہ : مفتاح السعادۃ : ۲ : ۱۱۳ : مطبوعہ حیدر آباد ہند۔

۷ ابو اسحٰق شیرازی : طبقات الفقہاء : ۱۱۳ : مطبوعہ بغداد ۱۳۵۶ھ

عبادت ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں[۸]

آپ نہایت سادہ مزاج تھے۔ کسی قسم کا تکلف اور تصنع نہ کرتے تھے۔ بلال بن یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ داؤد الطائیؒ اور امام زفرؒ منہ بولے بھائی تھے۔ ایک دوسرے کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ ایک روز الطائی کوڑا کرکٹ کی جگہ آکر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام زفر آئے تو وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔[۹]

"شذرات الذہب" میں ہے:

کان ثقة فی الحدیث موصوفا بالعبادة۔[۱۰]

آپ حدیث میں ثقہ اور عبادت گزاری سے متصف تھے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں آپ کو "احد الفقہاء والزہاد صدوق"[۱۱] کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ شداد سے روایت ہے کہ میں نے اسد بن عمرو سے پوچھا کہ حضرت امام ابویوسفؒ زیادہ ماہرِ فقہ ہیں یا امام زفرؒ، تو وہ کہنے لگے کہ امام زفرؒ اورع یعنی سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔ شداد کہتے ہیں کہ میں نے سوال دہراتے ہوئے پوچھا کہ فقہ میں کون آگے ہے تو وہ کہنے لگے۔ اے شداد پرہیزگاری ہی سے آدمی کا مرتبہ بلند ہوتا ہے[۱۲] امام ذہبی نے آپ کو ایک بہت ہی سچا اور بہت بڑا زاہد کہا ہے[۱۳]

ابو مطیع کا قول ہے: زفر حجة علی الناس و اما ابو یوسف غرته الدنیا بعد الغرور[۱۴]

۸ؔ ذہبی: العبر: ۱: ۲۱ مطبوعہ کویت ۱۹۶۰ء

۹ؔ کردری: مناقب امام اعظم: ۲: ۱۸۵: مطبوعہ ہند ۱۳۲۱ھ

۱۰ؔ ابو الفلاح عبدالحی: شذرات الذہب: ۱: ۲۴۲

۱۱ؔ ابن حجر: لسان المیزان، ۲: ۴۷۶: مطبوعہ ہند ۱۳۳۰ھ

۱۲ؔ عبدالحی لکھنوی۔ فوائد البہیہ: ۷۵ مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ

۱۳ؔ ذہبی: میزان الاعتدال، ۲: ۷۱ مطبوعہ دار الاحیاء الکتب العلمی البابی و شرکاء ۱۳۸۲ھ

۱۴ؔ مناقب امام اعظم: ۲: ۱۸۵ مطبوعہ ہند۔

زفرؒ لوگوں پر حجت ہیں لیکن ابو یوسفؒ کو دنیا کی کثرت نے بعض غلط فہمیوں میں ڈال دیا۔

حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ داؤد الطائی اور امام زفر منہ بولے بھائی تھے۔ داؤد نے فقہ سے علیحدگی اختیار کرلی لیکن امام زفر نے دونوں کو باہم سموئے رکھا۔[۱۵]

یحییٰ بن معین سے مروی ہے کہ میں نے ابو نعیم کو یہ کہتے ہوتے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ امام زفر سب سے اچھے لوگوں میں سے تھے اور مجھے انھوں نے امام زفر کا کوفے کا وہ مکان دکھایا جو حیانہ میں جبان کے وسط میں کھڑا ہوا تھا۔ ابو نعیم اس پر امام زفر کی دیر تک کھڑے ہوکر تعریف کرتے رہے۔[۱۶]

امام زفر کی ازدواجی زندگی

امام زفرؒ کی دو شادیاں ہوئیں۔ ایک خالد بن حارث[۱۷] کی بہن سے جس کا خطبہ حضرت امام ابو حنیفہ نے پڑھا۔ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

عن سلیمان العطار قال تزوج زفر ودعی الی عرسه الامام فالتمس منه ان یخطب فقال فی خطبته هذا زفر من ائمة المسلمین وعلم من اعلامهم فی شرفه وحسبه ونسبه[۱۸]

سلیمان العطار سے مروی ہے کہ امام زفر کی شادی ہوئی تو انھوں نے شادی پر امام ابو حنیفہؒ کو دعوت دی پھر ان سے خطبہ نکاح پڑھنے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے خطبہ میں کہا: یہ زفر مسلمانوں کے امام اور شرافت، حسب اور نسب میں سرداروں کے سردار ہیں۔

یہی خطبہ تھا کہ جس پر آپ کے رشتہ دار جزبز ہوئے کہ امام ابو حنیفہ کی بجائے اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو خطبہ پڑھنے کے لیے کچھ نہیں کہا، تو آپ نے کہا کہ خدا کی قسم! اگر میرے والد بھی زندہ

---

[۱۵] فقیر محمد جہلمی۔ حدائق الحنفیہ: ۱۰۹؛ مطبوعہ نول کشور ہند۔

[۱۶] زاہد الکوثری: لمحات النظر: ۸ مطبوعہ مصر ۱۳۶۸ھ

[۱۷] ایضاً

[۱۸] عبد الحی لکھنوی: الفوائد البہیہ: ۷۵؛ مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ

یہاں ہوتے تو تب بھی میں حضرت امام ابو حنیفہ سے خطبہ پڑھواتا۔[19]

آپ کا دوسرا نکاح آپ کے مرحوم بھائی کی بیوہ[20] سے ہوا۔ یہ نکاح امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد ہوا، جب آپ بھائی کی وفات کے بعد ان کی میراث سے حصہ بانٹنے گئے۔ اسی موقع پر اہلِ بصرہ نے آپ کو وہیں رہنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ آپ پھر آخر عمر تک یہیں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔[21]

اولاد

تذکروں میں آپ کی اولاد کے بارے میں بہت کم ذکر کیا گیا ہے۔ ابنِ سعد نے صرف آپ کے ایک بیٹے عثمان[22] کا ذکر کیا ہے۔ جنھوں نے مامون کے دورِ خلافت میں کوفہ کے اندر ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔ آپ سے کئی ایک کتب میں روایات بھی منقول ہیں۔

تصانیف و تالیفات

ملیح بن وکیع بن الجراح سے روایت ہے کہ آپ بہت کم لکھا کرتے تھے[23] لیکن پھر بھی آپ نے اس میدان میں بہت کام کیا ہے۔ فقہ حنفیہ کی تدوین میں جس قدر آپ کا حصہ ہے وہ دوسروں کا نہیں۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے آپ اس دس رکنی کمیٹی کے فرد تھے جس نے تدوین فقہ پر کام کیا۔ زرکلی لکھتے ہیں: وهو احد العشرة الذين دوّنوا الكتب[24]

---

[19] کردری: مناقب امام اعظم: ۲: ۱۸۴: مطبوعہ ہند۔

[20] طاش کبری زادہ: مفتاح السعادۃ: ۲: ۱۱۳: مطبوعہ ہند۔

[21] محی الدین نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱: ۱۹۷: مطبوعہ مصر۔

[22] ابن سعد: طبقات الکبریٰ: ۶: ۲۸۷ مطبوعہ لیدن ۱۳۲۵ھ

[23] کردری: مناقب امام اعظم: ۲: ۱۸۵: مطبوعہ ہند

[24] زرکلی: الاعلام: ۳: ۷۸

موفق نے عطیہ بن اسباط سے ایک روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن المبارک جب کوفہ آتے امام زفر انھیں امام ابوحنیفہ سے روایت کرکے اپنی کتابیں لکھواتے تھے۔ عبداللہ بن المبارک لکھتے تھے۔ انھوں نے کئی بار یہ کتابیں لکھیں۔ ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ امام ابوحنیفہ زیادہ فقیہ تھے یا امام مالک؟ تو عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کی طرح پورے کرۂ ارض میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں[۲۵]

تذکروں میں امام زفر کی جن کتابوں کا ذکر آیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الآثار[۲۶]

یہ کتاب ان روایات پر مبنی ہے جو آپ نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیں۔ آپ سے آپ کے تین شاگردوں ابو وہب محمد بن مزاحم، شداد بن حکیم اور حکم بن ایوب نے روایت کی۔ محمد بن مزاحم اور شداد بن حکیم سے مروی کتاب الآثار کے دونوں نسخوں کا تذکرہ مشہور محدث عبداللہ الحاکم النیسابوری نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" کے صفحہ ۱۶۴ پر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ذکر امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب قیام لیل و قیام رمضان و کتاب الوتر میں جس امام اعظم کی کتاب کا ذکر "زعم النعمان فی کتابہ" کے پیرائے میں کیا ہے، وہ بھی یہی ابو وہب محمد بن مزاحم والی کتاب الآثار ہے جو امام مروزی کو ان کے شاگرد ابوالنضر محمد بن محمد کے حوالہ سے ملی ہے۔

یہ نیشاپور کے نامی گرامی قاضی ہیں۔ ان سے عبداللہ الحاکم نے حدیث پڑھی ہے۔ امام حاکم نے تاریخ نیساپور میں لکھا ہے کہ ان کے لیے ۳۲۵ھ حرمین با قاعدہ مجلس درس لگی تھی۔ ان کی وفات ۳۳۸ھ میں ہوئی۔ حافظ سمعانی نے "الانساب" میں ابو وہب محمد بن مزاحم کو احمد بن بکر بن یوسف کا استاد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ یروی عن ابی وہب محمد بن مزاحم المروزی عن زفر عن ابی حنیفہ۔

۲۵ھ موفق: مناقب امام اعظم، ۱: ۶۸ مطبوعہ ہند۔

۲۶ھ صدیقی محمد علی کاندھلوی: امام اعظم اور علم الحدیث: ۶۲: مطبوعہ سیالکوٹ۔

حکیم بن ایوب کی کتاب الآثار کا ذکر حافظ ابوالشیخ ابن حبان نے اپنی کتاب طبقات المحدثین میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

" احمد بن رستہ بن بنت محمد بن المغیرہ کان عندہ السنن عن محمد بن الحکیم عن زفر عن ابی حنیفۃ۔

احمد بن رستہ کے پاس بحوالہ محمد از حکم از زفر از ابی حنیفہ کتاب السنن تھی۔
امام طبرانی نے معجم صغیر میں اس نسخہ کی ایک حدیث روایت کی ہے:

حدثنا احمد بن رستہ بن عمر الاصفہانی ثنا المغیرۃ الحکم بن ایوب عن زفر بن الھذیل عن ابی حنیفۃ (معجم صغیر طبرانی ص۳۱)

حافظ ابن ماکولا نے بھی "الاکمال" میں احمد بن بکر کے تذکرے میں لکھا ہے:

احمد بن بکر بن یوسف ابوبکر الحصینی ثقۃ یمیل میل اھل النقل روی عن ابی وھب عن زفر بن الھذیل عن ابی حنیفۃ کتاب الآثار (الاکمال ص۱۴۲)

ان تصریحات کی موجودگی میں شیخ محمد ابوزہرہ کا "ابوحنیفہ" نامی کتاب میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ:

زفر لم یؤثر عنہ کتب ولم تعرف لہ روایۃ لمذھب شیخہ[۵۲]

۲: مجرد فی الفروع الحنفیہ:

یہ کتاب حنفی فروعات پر مبنی ہے۔ اس کا ذکر حاجی خلیفہ نے اپنی تصنیف کشف الظنون کی دوسری جلد کے صفحہ ۵۹۳ مطبوعہ تہران ۱۳۷۸ھ میں "بدائع الحنفی" نام کی ایک تصنیف کا حوالہ دیتے ہوئے کیا ہے۔ اس کے علاوہ بغدادی کی تصنیف "ہدیۃ العارفین" کی پہلی جلد کے صفحہ ۳۷۳ مطبوعہ ایران ۱۹۵۱ میں بھی اس کا تذکرہ آیا ہے۔

۳: مقالات

اس کتاب کا ذکر بھی بغدادی نے اپنی کتاب "ہدیۃ العارفین" کے مذکورہ بالا صفحے پر

---

۵۲ ابوزہرہ: ابوحنیفہ: ۲۱۷ مطبوعہ مصر۔

امام زفر کے باب میں کیا ہے۔ کتاب کے مضمون کے بارے میں فی الحال تو کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ کچھ دنوں کی محنت کے بعد ہی اس کے بارے میں کچھ کہا جا سکے گا۔

سفرِ آخرت

شعبان[۲۸] کا مقدس مہینہ تھا۔ امام ابو یوسف، خالد بن حارث اور فضل بن وکیع وغیرہ اکابر علما جمع تھے۔ علمانے آخری وصیت کے بارے استفسار کیا۔ آپ نے وضاحت کی یہ مال میری بیوی کا ہے اور یہ تین ہزار درہم میرے بھائی کے بیٹے کے ہیں فضل بن وکیع فرماتے ہیں کہ آپ پر نزع کا عالم طاری تھا اور آپ کے ہونٹوں پر " لہا مہر و فی حال لہا ثلثا مہر"، کے الفاظ تھے۔ اس روایت سے آپ کی علم دوستی اور فقاہت کا ثبوت ملتا ہے۔

علم و عبادت کا یہ چراغ جس سے کئی چراغوں کو روشنی ملی، آخر اپنی یادیں اور علمی کارناموں کا انمول تحفہ دے کر شعبان ۱۵۸ھ میں[۲۹] اس دنیا سے روشنیاں سمیٹتا ہوا نورِ حقیقی کے حضور جا پہنچا۔ آپ امام ابو حنیفہ کے سب سے پہلے وفات پانے والے شاگرد ہیں۔ اللّٰھم اغفر لہٗ و لجمیع المسلمین۔

۲۸؎ صدیق حسن خاں: اتحاف النبلا: ۲۵۱، مطبوعہ کانپور ۱۲۸۸ھ

۲۹؎ ذہبی: دول الاسلام: ۸۲ مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۳۷ھ۔